تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی کے اسلوب کا تجزیاتی مطالعہ

An Critical Analysis of the Methodology of Allama Aaloosi ih his tafseer "Roohul Ma'ani"

صدارت اللہ [i] میاں شاہ زمان شاہ [ii]

Abstract

The field of Tafseer is an important branch of Islamic Studies. It explains the words of Allah according to human capicity. The Holy prophet (SAW) was the first Mufasir of the Holy Quran. His companion got this knowledge from the Holy Prophet (SAW) and spread it. In the later times many mufasireen wrote the commentries of the Holy Quran.

Allama Aalosi is one of these prominent Mufasireen. He was at a time a great scholar of Quran, Hadith, fiqh and Arabic Language and Literature. He is quoted by many of his successors. His Tafseer is famous with the name of "Tafseere Aaloosi". The writer explains the Holy Quran in his own way. He explains the verses of the Holy Quran by Quran. Then he explains them by the Hadith of the Holy Prophet and then with the sayings of the companions. He expalins each and every verse with the help of Arabic Grammar.

He analysis these verses and expalins the jurisprudence where ever necessary. This article expalins how he works with the help of his own methodology.

Key words: Tafseeri Manha, Quran, Hadith, Tafseer, Roohul Ma'ani

قرآن مجید علوم و معانی کا ایک سمندر ہے اور اس کے رموز واسرار جاننے کی کوششیں ابھی تک جاری ہیں۔ لیکن آج تک کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکا کہ اس نے اس بحر علم و حکمت کی تمام وسعتوں کو پالیا ہے۔ تفسیر قرآن مسلمان اہل علم کا موضوع رہا ہے۔ اسی لئے ہر دور اور ہر علاقہ کے اہل قلم نے قرآن کی تفاسیر لکھی ہیں اور یہ مسلمانوں کا ایسا علمی کارنامہ ہے جس کی مثال کسی دوسرے تمدن میں نہیں ملتی۔ تفسیر قرآن مسلمانوں کی فکر کا وہ آئینہ ہے جس میں ہر دور کے فکری

i پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف ملاکنڈ

ii پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف ملاکنڈ

رجحانات، نظریات و تحریکات اور اشکالات کا عکس نظر آتا ہے۔اس اعتبار سے یہ تفسیری ادب جہاں مسلمانوں کی فکر کا بہترین مظہر ہے وہاں قرآن سے متصادم نظریات کی تنقیح کا بہترین نمونہ بھی ہے۔

اس خدمت میں عرب و مصر، بلخ و نیشاپور، سمرقند و بخارا اور دنیا کے دوسرے ملکوں کے مصنفین اور علماء نے جہاں حصہ لیا وہیں بغداد کے علماء بھی اس کار عظیم میں ہر قدم پر ان کے دوش بہ دوش رہے۔علماء بغداد نے قرآن پاک کی جو خدمت کی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن کے موضوع پر ان کے کتب کی تعداد کئی ہزار ہے۔بغداد کی قرآنی خدمات میں ایک اہم نام تفسیر، روح المعانی فی تفسیر القرآن والسبع المثانی، کا ہے۔یہ تفسیر علامہ آلوسیؒ کی ہے۔

آپؒ کا نام محمود بن عبداللہ بن محمود بن درویش البغدای آلوسی ہے۔کنیت ابوالثناء اور لقب شہاب الدین ہے۔آپؒ کا نسب امام حسینؓ تک پہنچتا ہے اسی وجہ سے آپؒ کو الحسینی بھی کہا جاتا ہے۔آپؒ جمعہ کے روز 1217ھ/1802ء کو آلوس میں پیدا ہوئے جو بغداد اور ملک شام کے درمیان کے راستے دریائے فرات جو آج کل جنوبی عراق کے شہر بصرہ کے شمال میں بہتا ہے کے نزدیک ایک جزیرہ نما گاؤں ہے اسی وجہ سے آلوسی کہلاتے ہیں[1]۔آپؒ اہل السنہ والجماعۃ سے سنی، شافعی المسلک، سلفی الاعتقاد اور طریقہ و سلوک میں نقشبندی تھے[2]۔آپؒ جس خاندان میں پیدا ہوئے تھے ان میں سے اکثر بلند پایہ عالم اور نیک صفت بزرگ موجود ہوتے تھے۔علامہ آلوسیؒ میں بہترین صفات موجود تھیں جن سے پتہ چلتا تھا کہ آپ بڑے عالم ہوں گے۔آپؒ عراق کے بزرگ علماء میں سے تھے۔آپؒ کی منزلت علم کا اندازہ اس سے بخوبی ہوتا ہے کہ آپؒ تیرہ سال کی عمر میں درس و تدریس میں مصروف ہوئے تھے۔آپؒ کے اساتذہ میں آپ کے والد گرامی عبد اللہ بن محمود الالوسی، علی بن محمد آفندی، ابو البہاء خالد بن حسین ضیاء الدین النقشبندی[3] اور علی علاء الدین الآفندی الموصلی قابل ذکر ہیں[4]۔دور دراز کے علاقوں سے لوگ آپؒ سے علم دین حاصل کرنے کے لئے آتے تھے، آپؒ کے مشہور شاگردوں میں عبد الفتاح بن الحاج شواف زادہ البغدادی، آپؒ کے بیٹے سعد الدین بن محمود، اور نعمان خیر الدین المعروف بابن آلوسی مشہور ہیں[5]۔آپؒ کے مشہور تصانیف میں حاشیہ شرح قطر الندی وبل الصدی، کتاب حاشیہ ابن عصام فی الاستعارہ، الاجوبۃ العراقیہ عن الاسئلۃ الایرانیہ، نہج السلامہ الی مباحث الامامہ اور تفسیر روح المعانی فی تفسیر القرآن والسبع المثانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں[6]۔آپؒ 1270ھ /1854ء کو وفات ہوئے اور بغداد کے مقبرہ شیخ کرخی میں مدفون ہیں۔تفسیر روح المعانی لکھنے میں آپ نے جو اسلوب اور طرز اختیار کیا تھا زیر نظر مضمون میں اس کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

قرآن پاک کی تفسیر "بالماثور" اور "بالرائ" میں منقسم ہے۔ تفسیر بالروایۃ وہ تفسیر ہے جس میں صرف احادیث نبوی ﷺ، صحابہ کے آثار اور تابعینؒ کے اقوال پر انحصار کرتے ہوئے قرآنی احکام کی تشریح کی جاتی ہے۔ اس میں ذاتی رائے یا فیصلہ شامل نہیں ہوتا۔ بعض مفسرین اس طریقہ کو پسند نہیں کرتے کہ اہلِ کتاب میں سے اکثر افراد نے صحابہ کرامؓ کے دور میں اسلام قبول کیا تھا اور پھر ان کی بیان کردہ روایات احادیث کے ذخیرے میں شامل ہو گئی تھیں۔ یہاں تک کہ علامہ طبریؒ جیسے مفسر قرآن نے اہلِ کتاب کی روایات کو اپنی کتاب میں شامل کیا۔ ناقدین کا خیال ہے کہ تفسیر میں جدید دور کے تقاضوں کو پیش نظر رکھنا ہوتا، جب کہ خود قران اور حضور ﷺ بھی غور و فکر اور تدبر قران کی تلقین فرماتے تھے۔ چنانچہ اگرچہ محض احادیث نبوی ﷺ اور اقوال صحابہؓ اور تابعینؒ پر انحصار کرتے ہوئے قرآن کی تفسیر بیان کرنا مطلوب تھا، تو پھر قرآن میں تدبر کرنے کا کیا مطلب ہے؟ جب کہ قرن اول ابتداء سے آخر تک تدبر و تعقل کی دعوت دیتا ہے۔ خود صحابہ کرامؓ بھی قرآن پاک کے معنی اور مطلب میں اختلاف کرتے اور یہ بات واضح ہے کہ اگر انہوں نے یہ باتیں نبی کریم ﷺ سے اخذ کی ہوتیں تو وہ کبھی اختلاف نہ کرتے۔ اس بات سے یہ بالکل واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے وہ مطالب اپنی تدبر و تعقل سے اخذ کئے ہوں گے۔ اگر قران میں تدبر و تفکر جائز نہ ہوتا تو صحابہ اس فعل حرام کے کیونکر مرتکب ہوتے[7]۔

تفسیر قران کا دوسرا منہج تفسیر بالرائے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اقوال، صحابہ کرام اور تابعین کے رائیوں اور موجودہ وقت کے تقاضوں کا لحاظ رکھتے ہوئے مفسر کو یہ اختیار دینا چاہئے۔ ان دونوں مکاتب فکر نے اپنے اپنے دائرے میں تفاسیر لکھیں۔ قرون اولی سے لے کر دور حاضر تک تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے پر بے شمار تفاسیر لکھی گئیں۔ بقول شاہ ولی اللہؒ ایک جماعت صرف ان آثار کی روایات پر کمربستہ ہے جو آیت سے مناسبت رکھتے ہو خواہ حدیث مرفوعہ ہو یا موقوفہ، یا کسی تابعیؒ کا قول یا اسرائیلی روآیت، ایک قول مسائل فقہیہ کا استنباط کرتی ہے۔ ایک قول قرآن کے لغات کی تشریح کرتی ہے۔ ایک گروہ علم معانی اور علم بیان کے تمام تر نکات کو بیان کرتا ہے۔ کچھ آدمی علم و سلوک کے راستے پر ہیں۔ تفسیر کا میدان نہایت وسیع ہے[8]۔ دور حاضر میں علامہ آلوسیؒ کی تفسیر بھی تفسیر بالروآیت اور تفسیر بالرائے کا بہترین مجموعہ ہے۔

علامہ آلوسیؒ کا تفسیری منہج

یوں تو علامہ آلوسیؒ کی تمام کتابیں معلوموت و حقائق اور علوم و معارف کا گنجینہ ہے۔ لیکن ان کتابوں میں جو شہرت اور مقبولیت تفسیر روح المعانی کو حاصل ہوئی وہ ان کی کسی اور کتاب کو نہیں ملتی۔ علامہ آلوسیؒ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں متقدمین اور متاخرین سب کے طریقوں میں یکجا کیا ہے۔ علامہ آلوسیؒ ہر سورت کی ابتداء میں اس کے مدنی اور مکی ہونے پر

تفصیلی بحث کرتے ہیں پھر آیات کی تعداد، ماقبل سورت کے ساتھ ربط اور پھر آیت کی تفسیر کرتے ہیں۔ پہلے ہر کلمہ کی تفسیر اور پھر جملے کی تفسیر کرتے ہیں۔ لغوی تحقیق بہت واضح انداز میں کرتے ہیں۔ علامہ آلوسیؒ کے ہاں جو قول راجح ہو وہ پہلے اور جو قول ضعیف ہو وہ بعد میں ذکر کرتے ہیں۔ راجح قول کے علاوہ جو دوسری رائے اور اقوال ذکر کرتے ہیں تو ان کے لئے مختلف انداز اپنائے ہیں، جو علامہ آلوسیؒ کی مہارت اور قابلیت پر دلالت کرتا ہیں۔ مثلاً: جیسے آپ دیکھتے ہیں اور جیسے دوری اور اس میں کلام ہے اور اس میں خفا ہے اور اس بات سے استدلال نہیں کیا جاسکتا اور یا اس کو نرم پودے کی طرح رد کرنا بہت آسان ہے۔ یعنی آیت کو ایسی جانب حمل کیا گیا ہے اور تفسیر کی طرف ذہن نہیں جاتا اور بعض اوقات کسی قول کی طرف محض اشارہ کرتے ہیں اس کو ذکر نہیں کرتے اور اس پر رد بھی کرتے ہے۔ مثلاً زمحشریؒ نے اس آیت میں یہ قول نقل کیا ہے اور ابوالسعودؒ نے اس پر رد کیا ہے کیونکہ آپ کی بات تحقیقی ہے۔ تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی کے منہج کو ذیل میں تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

تفسیر القرآن بالقرآن

علامہ آلوسیؒ کی تفسیر میں متقدمین کی طرح بنیادی ماخذ خود قرآن کریم ہے۔ اکثر مقامات میں قرآن کی تفسیر قرآنی آیتوں ہی سے کرتے ہے۔ قرآن پاک بعض حصوں کی تفسیر کرتا ہے۔ کی روشنی میں۔ مثلاً: راستہ ان لوگوں کا جن پر تونے انعام کیا ہے اور نہ راستہ ان کا جن پر تونے غضب کیا ہے اور نہ ہی راستہ گمراہوں کا[9] کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس سے مراد اولین کا راستہ ہے۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مشقت برداشت کئے۔ اور اس سے وہی لوگ مراد ہیں جس کی طرف اللہ تبارک وتعالی نے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ اس میں پہلی بات کو ابن جریر نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ الذین سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالی نے انعام کیا ہے اور یہ انبیاء، ملائکہ، شہداء اور صدیقین ہیں ہیں جنہوں نے اللہ تعالی کی بندگی اور اطاعت کی[10]۔"

اسی طرح اس آیت (آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کچھ کلمات حاصل کئے اور وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے[11]) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

" اس میں ابن عباسؓ سے مشہور قول نقل ہے کہ یہ کلمات تھے: اے ہمارے رب ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم ظالموں میں سے ہو جائیں گے[12] اور یہ کہ قرآن کا بعض حصہ بعض کی توضیح کرتا ہے کے تحت اس کی تفسیر اس آیت سے کی ہے[13]۔"

اسی طرح اس آیت (جس دن صور پھونکا جائے گا اور تم فوج در فوج آؤ گے[14]) میں افواجاً کی تفسیر لکھتے ہیں کہ افواجاً سے مراد ہر امت فوج در فوج سامنے آئے گی۔

جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" اس دن ہم ہر قوم کو ان کے پیشوا سمیت بلائیں گے[15]۔"

اسی طرح آیت (جب آسمان پھاڑ دی جائے گی[16]) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

" پھاڑ دی جائے گی جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمان شق کر دی جائے گی[17] اور جس دن آسمان بادلوں کی طرف شق کر دی جائے گی[18] اور کہا جائے گا کہ کھول دیا جائے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا" اور آسمان دروازوں کے مانند کھولا جائے گا[19]۔"

تفسیر القرآن بالحدیث

قرآن کی تفسیر نبی کریم ﷺ کے احادیث کی روشنی میں کرنا یا آپ ﷺ کے اقوال وافعال کی روشنی میں کرنا تفسیر القرآن بالحدیث والسیرہ ہے۔ قرآن کریم کی کئی آیات میں بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی دنیا میں بھیجے جانے کا مقصد عظیم قرآن مجید کے معانی وبیان کا بیان اور وضاحت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اور ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اسے واضح کر کے بیان کریں اور وہ اس میں غور وفکر کریں[20]"

اب جیسے اللہ نے انسانی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے اپنے احکامات قرآن کی شکل میں بھیجے ایسے ہی ان احکامات پر عمل کرنے کے لئے آپ ﷺ کی پوری زندگی کو درحقیقت قرآن پاک کی عملی تفسیر بنا کر بھیجا۔ یہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ نیز رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"خبر دار مجھے کتاب اور اس کے ساتھ اس کی طرح دیگر چیزیں دی گئی ہیں[21]۔"

یعنی مجھے اللہ کی جانب سے قرآن دیا گیا ہے اور قرآن کے ساتھ قرآن ہی جیسی (یعنی حدیث وسنت) بھی دی گئی ہے۔ جس میں قرآن کریم کی بعض مجملات کی تفسیر اور توضیح ہے جیسا کہ مسائل نماز، زکوۃ اور حج وغیرہ۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"تم ایسے نماز پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھو[22]"

اسی طرح نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"مجھ سے مناسک سیکھو شاید میں اگلے سال تم میں نہ ہوں[23]۔"

علامہ آلوسیؒ کی تفسیر میں دوسرا بنیادی ماخذ احادیث مبارکہ ہے۔ آپؒ آیت کو ذکر کرتے ہیں پھر وہ حدیث ذکر کرتے ہیں جس سے اس آیت کی تشریح کرتے ہیں اور صرف حدیث ذکر نہیں کرتے بلکہ اس کے ماخذ کا بھی ذکر کرتے ہیں اور اکثر مقامات پر صحیحین ہی سے روایات نقل کرتے ہیں۔ اور دوسرے کتب ستہ اور کتب احادیث سے بھی روایات ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً اس آیت (ہم تجھے آسمان کی طرف چہرہ اٹھاتے دیکھتے ہیں[24]) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

" اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم نے براء رضی اللہ عنہ سے اپنی صحیحین میں نقل کیا ہے کہ ہم نے ہجرت کرنے کے بعد سولہ مہینے تک نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑیں پھر اللہ تعالی نے نبی کے ارادے کے مطابق یہ آیت نازل کی[25]۔"

اسی طرح اس آیت (اس نے آسمان اور زمین کے کرسی کو وسیع کیا ہے[26]) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"کرسی عرش کے سامنے سات آسمانوں کا احاطہ کئے ہوئے ہیں اور اس روایت کو ابن جریر اور ابن المنذر نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اگر آسمان اور زمین دونوں سات ہیں اور ایک دوسرے سے مل جائیں تو بھی کرسی کی وسعت سے کم ہوں گے اور اس پر یہ دلیل ہے جیسا کہ ابن جریر، ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے ابوذرؓ سے نقل کیا ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے کرسی کے متعلق پوچھا تو فرمایا: اے ابوذرؓ سات آسمان اور زمین کرسی کے سامنے ایک حلقے کی طرح ہیں۔ اور عرش کی فضیلت کرسی پر بھی اسی حلقہ کی طرح ہے[27]۔"

اسی طرح اس آیت (تم سے جتنی قوت اور پلے ہوئے گھوڑے ہو سکے، تیار رکھو کہ تم اس سے اللہ اور اپنے دشمنوں کو ڈراتے ہو[28]) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اسے امام احمد، مسلم اور دیگر لوگوں نے عقبہ بن عامرؓ سے نقل کیا وہ لکھتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے کہتے سنا کہ تم اپنے دشمن کے مقابلے کے لئے قوت تیار کر کے رکھو اور آپ نے تین مرتبہ یہ فرمایا[29]۔"

تفسیر القرآن باقوال الصحابہ

قرآن و حدیث کے بعد ہمارے سامنے صحابہ کرامؓ کا تعامل ہے۔ صحابہ کرامؓ کے حالات پر صحیح غور و فکر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرات صحابہؓ کی سیرت کا ایک ایک باب اخلاص و انقیاد اور اتباع و امتثال کا حسین مرقع ہے۔ آپ حضرات کی ہر اداء سے اتباع نبوی ﷺ کی شان ٹپکتی ہے۔ ان کو آنحضرت ﷺ کے فیض صحبت سے مشرف ہی اس لئے کیا گیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کے اخلاق و عادات، عبادات و معاملات اور آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو اپنی ذات میں جذب کر کے بعد میں آنے والی امت اس رنگ میں رنگین کرتے چلے جائیں اور بعض صحابہ کرامؓ تو نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہمیشہ رہتے تھے اور ہر قسم کے سوالات کیا کرتے تھے، اور خاص کر تفسیر کے حوالے سے اپنے آپ کو سمجھانے کے لئے بہت سوالات کیا کرتے تھے اور اس بات کا اعلان کرتے تھے کہ وہ تفسیر میں قابل اور ماہر ہیں۔ جیسا کہ عبداللہ بن عباسؓ، علیؓ، اور عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ قابل ذکر ہیں اور بعض صحابہ کرامؓ کو خاص طور پر نبی کریم ﷺ نے تفسیر میں مہارت حاصل کرنے کے بارے میں دعا فرمائی تھی۔ جیسا کہ عبداللہ بن عباسؓ کے بارے میں ہے، وہ کہتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ نے اپنی ہتھیلیاں میری پسلیوں پر رکھ کر فرمایا: اے اللہ اسے دین کی سمجھ عطاء کر اور اسے تاویل سکھادے[30]"

اسی طرح علیؓ فرمایا کرتے تھے:

"مجھ سے پوچھو اللہ کی قسم میں تمہیں بتاؤں گا اور مجھ سے قرآن کے متعلق پوچھو۔ اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ کونسی آیت رات کو نازل ہوئی اور کونسی دن کو اور کونسی ہموار زمین میں اور کونسی پہاڑ پر[31]۔"

اس لئے صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے اقوال کو تفسیر بالماثور میں تیسرا ماخذ مانا جاتا ہے۔ علامہ آلوسیؒ اپنی تفسیر میں اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کا اہتمام کرتے ہیں اور وہ تفسیر نقل کرتے ہیں جو صحابہ کی طرف منسوب ہو، مثلاً اس آیت (کہ یہ لوگ مومنوں اور اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں[32]) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ابن مسعودؓ نے اس کو یخدعون کی قرأت سے بھی پڑھا ہے[33]۔"

اسی طرح اس آیت (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ اور باقی رہنے والا ہے۔ اسے اونگھ اور نیند نہیں آتی[34]) میں اونگھ اور نیند کے متعلق لکھتے ہیں:

"ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے پوچھا کیا تیرا رب سوتا ہے؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اللہ سے ڈرو تو اللہ نے آواز دی کہ اے موسیٰ اپنے ہاتھ میں دو چراغ لے کر رات کو کھڑے رہو۔ اس نے ایسا کیا جب رات کا آخری پہر ہوا تو نیند کے غلبہ کی وجہ سے چراغ گر گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ جیسے آپ کے ہاتھ سے چراغ گر گئے ایسے ہی آسمان اور زمین کی ہلاکت ہوتی اگر مجھے نیند آتی[35]۔"

اسی طرح اس آیت (اس نے کہا اے ابراہیم! کیا تو ہمارے معبودوں سے منہ موڑتا ہے اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کرادوں گا تو میرے پاس سے ہٹ جا[36]) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ہٹ جا کے معنی لمبے عرصے کے لئے جا۔ یہ حسن، مجاہد اور ایک بڑی جماعت نے نقل کیا ہے۔ سدی نے "ہمیشہ" کا معنی لیا ہے اور ابن الانباری نے ابن عباسؓ سے "لمبا عرصہ" نقل کر کے موصوف ذکر نہیں کیا۔ آپ سے کہا گیا کہ یہ تو مصدر پر نصب ہے یعنی سفر کر کے جا اور ایک اور روایت میں ابن عباسؓ سے "مکمل طور پر علیحدہ ہو" کے معنی نقل کئے ہیں[37]۔"

اسی طرح اس آیت (اور ہم نے پانی سے زندگی کو بنایا[38]) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"قتادہ کہتے ہیں کہ ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا یعنی پانی پودوں میں داخل ہو کر زندگی کے آثار دکھاتا ہے اور شاید کہ پودوں میں احساس و شعور ہو۔ جس سے زندگی نظر آتی ہے۔ اور قطرب اور ایک جماعت نے کہا: اس سے مراد نطفہ ہے[39]۔"

اسی طرح اس آیت (اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے[40]) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ابن جریر اور ابن المنذر نے ابن عباسؓ اور مجاہد سے اور ابن ابی حاتم نے ضحاک اور حسن سے مرسلاً نقل کیا ہے کہ غاسق سے مراد رات کا مکمل داخل ہونا اور محمد بن کعب کہتے ہیں کہ مراد دن ہے جب رات مکمل ہو جائے[41]۔"

اسی طرح صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے کثیر روایات نقل کرتے ہیں۔

اسباب نزول

علامہ آلوسیؒ اپنی تفسیر میں اسباب نزول اور اس کے اختلاف کے بارے میں تفصیل سے بحث کرتے ہیں اور مکان کے متعلق بحث کرتے ہیں کہ کیا یہ سورت مکی ہے یا مدنی، مثلاً، اس آیت (اور اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ لوگوں سے محبت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے[42]) کے شان نزول میں لکھتے ہیں:

"اس میں صحیح بات یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے قبلہ کی طرف منہ کیا تو پوچھا گیا کہ ہم سے پہلے جو لوگ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے ہوئے فوت ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی[43]۔"

کبھی کبھی ایک آیت کے متعلق کئی شان نزول ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان تمام کا احتمال درست ہے۔ ہو سکتا ہے یہ ایک ہی آیت کئی واقعات کے متعلق نازل ہوئی ہو۔ جیسے اس آیت (اللہ تمہیں اولاد کے بارے میں نصیحت کرتا ہے کہ مرد کو دو عورتوں کے برابر کا حصہ ہے اور اگر عورتیں دو سے زیادہ ہو تو ان کے لئے تیسرا حصہ ہے ترکہ میں اور اگر وہ ایک (عورت) ہو تو اس کے لئے آدھا مال ہے تو والدین میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے[44]) کے شان نزول میں کئی اقوال ذکر کرتے ہیں:

پہلی روایت کو عبد بن حمید نے جابر سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا اور میں بیمار تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تو نے اپنا مال اولاد میں کیسے تقسیم کیا؟ میں نے کوئی چیز نہیں چھوڑی تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

دوسری روایت جسے امام احمد، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے جابرؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سعد بن الربیع کی بیوی آئی اور کہا "اے اللہ کے رسول میری بیٹیاں ہیں اور ان کے والد جنگ احد میں شہید ہوئے اور ان کے چچا نے ان کا مال لے لیا اور نہ انہیں مال دیتا ہے نہ ان کا نکاح کراتا ہے حالانکہ یہ مال ان کا ہے۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان کا فیصلہ اللہ کرے گا تو یہ آیت میراث نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ ان کے چچا کے پاس آئے اور فرمایا کہ سعد کی بیٹیوں کو تیسرا حصہ دو اور اس کی ماں کو آٹھواں حصہ اور باقی آپ کا ہے۔"

تیسری روایت یہ ہے کہ وہ (عرب) جاہلیت کے دور میں عورتوں اور بچوں کو میراث نہیں دیتے اور کہتے کہ یہ میراث صرف ان لوگوں کا ہے جو لڑ سکے تو ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی[45]۔

اسی طرح اس آیت (اللہ پسند نہیں کرتا جو کوئی برائی کو جھراً کہے مگر جس کے ساتھ ظلم ہوا ہو اور اللہ سننے اور جاننے والا

ہے[46]) کے شان نزول میں لکھتے ہیں:

"ابن جریر نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کسی کا مہمان بنا تو انہوں نے اسے نہیں کھلایا تو اس نے شکایت کی تو اسے دھمکایا گیا۔ تو یہ آیات نازل ہوئیں اور آپ جانتے ہیں کہ عبرت لفظ کے عموم سے ہوتا ہے سبب کے خصوص سے نہیں[47]۔"

قراءات مختلفہ

یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ مختلف قراءات تفسیر قرآن میں بہت اہمیت اور اثر رکھتی ہے۔ خواہ وہ قراءت مشہورہ ہو یا شاذہ ہو۔ علامہ آلوسیؒ کی تفسیر کا مطالعہ کرتے وقت یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپؒ نے ہر جانب پر پوری توجہ دی ہے خصوصاً قراءات کا ذکر تفصیل سے کرتے ہیں اور اسی قراءت کی روشنی میں تفسیر بیان کرتے ہیں۔ جیسے اس آیت میں: اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا[48] کے تحت لکھتے ہیں:

"اور یہ اصل میں سین کے ساتھ ہے السراط سے اور یہ اللقم ہے اور ابن کثیر نے ایک روایت قنبل اور رویس الؤلؤی سے اس نے یعقوب سے نقل کیا ہے کہ جمہور نے اسے صاد کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ قریش کی لغت ہے اور حمزہ نے الصاد زایا اور الزای خالصہ لغت میں پڑھا اور کعب نے بھی۔ اور ہمارے نزدیک الصاد زیادہ فصیح اور وسیع ہے[49]۔"

اسی طرح آیت: اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی وہ جانتے ہیں کہ یہ رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ ان کے کاموں سے غافل نہیں[50]۔ میں مختلف قراءات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"ابن عامر، حمزہ اور کسائی نے تعملون کی قراءت پڑھی یعنی تا کے ساتھ اور یہ مومنین کے لئے وعدہ ہے۔ اور کہا گیا کہ الخطاب نے وعدلھم کی قراءت پڑھی۔ اور غیبہ کی قراءت میں مطلق اہل کتاب کے لئے وعید ہے اور کہا گیا کہ دونوں قراءتوں میں تمام لوگوں کے لئے ضمیر ہے چاہے وعدہ ہو یا وعید دونوں فریق یعنی مومن اور کافر کے لئے[51]۔"

اسی طرح اس آیت (اور آپ اس ہڈی کو دیکھئے کیسے ہم انہیں اٹھاتے ہیں[52]) میں مختلف قراءات ذکر کر کے مختلف تفسیر کرتے ہیں۔ اس میں زا کے ساتھ زای معجمہ اور یہ الرفع ہے یعنی کیسے زمین سے اونچا کرتے ہیں اور انہیں جسم کے ساتھ کیسے اپنے مکان تک لے جاتے ہیں۔ کسائی کہتے ہیں کہ کیسے اٹھا کر ہم گوشت پہناتے ہیں۔ اور ابی کی قراءت میں ننشیھا ہے اور ابن کثیر اور نافع اور ابو عمرو اور یعقوب یعنی اللہ تعالیٰ موت سے کیسے زندہ کرتا ہے۔ اور اس میں حیاۃ کے معنی میں تقدم ہے نہ کہ حقیقی معنی۔ اللہ تعالیٰ کے قول پھر کیسے ہم گوشت پہناتے ہیں یعنی جیسے لباس سے بدن کو چھپاتے ہیں اسی طرح ہڈی کو گوشت سے چھپاتے ہیں۔ اور ابان نے عاصم سے ننشرھا نون کے فتح اور شین اور الراء کے ضم کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور یہ نشر کی ضد الطی ہے جیسا کہ فراء نے کہا ہے کیف نبسطھا[53]، مثلاً: اللہ تعالیٰ لوگوں سے محبت کرنے والا اور ان پر رحم کرنے والا ہے[54]۔ میں فرماتے ہیں:

"نافع، ابن کثیر، ابن عامر اور حفص نے کو مد اور باقون بغیر مد کے پڑھا ہے[55]۔"

اسی طرح اس آیت (اسے صرف خطاکار ہی کھاتے ہیں[56]) میں فرماتے ہیں:

"حسن، زہری، عتکی اور طلحہ کی روایت میں الخاطیون ہے یعنی یاء کے ضمہ کے ساتھ جو ہمزہ کے ساتھ بدل ہے۔اور ابو جعفر، شیبہ اور طلحہ کی دوسری روایت میں نافع کے خلاف عنہ الخاطون ہے۔ یعنی ابدالہ تخفیف کے بعد الھمزہ ہے۔ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مالخاطون انما الخاطئون،ما الصابئون کانه یرید التخفیف اور یہ حافظ اور امام متقن جیسے آلوسیؒ کے لئے ہے[57]۔"

لغوی اور نحوی تحقیق

علامہ آلوسیؒ نے اپنی تفسیر میں تمام فنون کو جمع کیا ہے۔ لیکن لغت اور مسائل عربیہ کا اہتمام اس کی تفسیر میں بہت ظاہر اور واضح معلوم ہوتا ہے۔ اپنی تفسیر میں مسائل نحویہ کثرت سے ذکر کرتے ہیں اور اتنا تحقیقی انداز میں کہ اس وقت آپ مفسر نہیں لگتے بلکہ ایک بڑے نحوی لگتے ہیں اور اس قسم کی مثالوں سے آپ کی تفسیر بھری ہے۔ لغوی تحقیق مختلف لغویین اور کتب سے تحقیقاً ذکر کرتے ہیں اور اس کی مصدر اور مرجع کے ذکر کا اہتمام کرتے ہیں۔ مثلاً؛ اس نے کوہ طور کی جانب آگ کو دیکھا[58]۔ انس کہتے ہیں کہ دیکھا اور جانے کا مطلب سننا اور علم میں ہونا ہے، اور السکا کی کہتے ہیں کہ یہ اسم تام ہے اور آنکھ سے دیکھا اور تفسیر الکشاف میں ہے کہ وہ مصغر ہے اور کہتے ہیں کہ جو کہ دل سے بھلا دے اور یہ ابن عباسؓ اور ابو حیان سے مجازاً منقول ہے[59]، اور اللہ تعالیٰ کے قول (فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا[60]) میں القاع سے مراد السہل ہے۔ الجوہری کہتے ہیں زمین کے اوپر، ابن الاعرابی: الارض الملساء، اور مکی کہتے ہیں دکھائی دینے والا امکان اور مجاہد نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ایسی جگہ جہاں کوئی پودا وغیرہ نہ ہو[61]۔

اسی طرح آیت: اللہ پسند نہیں کرتا جہراً کہتے ہوئے[62] میں ،الْجَهْرَ، کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"کسی چیز میں جہر اس کا اعلان اور اظہار ہے جیسے القاموس اور الصحاح میں ہے کہ باتوں میں جہر یہ ہے کہ تیز آواز سے کہا جائے اور شاید اس سے مراد اظہار ہے اگرچہ آواز اونچی نہ کی جائے[63]۔"

احکام اور مسائل فقہیہ

بعض مفسرین نے شعوری یا لاشعوری طور پر اپنے مسلک کو ترجیح دی ہے۔ اس لئے ان کی تفاسیر میں مسلکی رنگ ضرور ابھرا ہے۔ ایسے مفسرین نے کسی مسئلے کو اپنے مسلک کے مطابق ثابت کرنے کے لئے دلائل و براہین کے انبار لگا دیئے ہیں اور بہت ساری تفاسیر کی شناخت ہی مسلکی تفسیر کے طور پر قائم ہے۔ لیکن علامہ آلوسیؒ کی تفسیر میں ایسی کوشش نظر نہیں آتی۔ وہ اس لئے کہ وہ ایک تو فقہی معاملات میں تقلید جامد کے قائل نہیں۔ ایسے مقامات جہاں فقہائے کرام کے درمیان اختلاف ہے علامہ آلوسیؒ تمام فقہاء کے رائے درج کر کے خود پس منظر میں چلے جاتے ہیں۔ اور اپنے عقل سلیم سے

کسی ایک رائے کو ترجیح دیتا ہے۔اس دوران علامہ آلوسیؒ اپنی آراء کا بھی اظہار کرتے ہیں۔جو ان کی علمیت، معتدل مزاجی، استدلال اور حقیقت پسندی کی عکاس ہیں۔ فقہی مسائل میں علامہ آلوسیؒ ایک مخلص محقق کی طرح جس رائے کو قران وسنت کے قریب پاتے ہیں اسے اختیار کرتے ہیں اور کبھی کبھار تو توسع سے کام لیتے ہیں۔یعنی یہ کہ امام شافعیؒ نے جو فرمایا ہے وہ بھی درست ہے اور امام مالکؒ کا قول بھی درست ہے۔ جیسا کہ اس آیت (اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو لہو باتوں کو لوگوں کی گمراہی کے لئے علم کے بغیر خریدتے ہیں اور لوگوں کا مزاق اڑاتے ہیں[64]) کی تفسیر میں، گانے، قوالی، رباب طنبور وغیرہ کے متعلق اتنی تفصیل بیان کی ہے کہ اگر بالفرض ان کو جدا کیا جائے تو ایک مستقل رسالہ بن جاتا ہے[65]۔

اسرائیلیات

اسرائیلیات ان روایتوں کو کہتے ہیں۔جو یہود و نصاری سے ہم تک پہنچی ہیں۔ان میں سے بعض بائبل یا تالمود سے لی گئی ہیں اور بعض اہل کتاب سے سینہ بہ سینہ نقل ہوتی چلی آئی ہیں۔اسرئیلیات صحابہ کرامؓ کے دور سے تفسیر میں داخل ہو گئے تھے۔کیونکہ قرآن میں اکثر قصے تفصیل سے مذکور نہیں ہیں۔تو بعض صحابہ کرامؓ ان قصوں کی تفصیل ان حضرات سے پوچھتے تھے جو یہود و نصاری سے ایمان لے آئے تھے۔کیونکہ آحادیث مبارکہ میں ان قصوں کی تفصیل نبی کریم ﷺ نے بیان نہیں فرمائی تھی۔لیکن صحابہ کرامؓ اس کی سند کے حوالے سے بہت محتاط تھے اور نبی کریم ﷺ سے وقتاً فوقتاً پوچھتے تھے۔تو نبی کریم ﷺ انہیں کہتے:

"تم اہل کتاب کی تصدیق اور تکذیب نہ کرو بلکہ کہو کہ ہم اللہ پر اور اس نے جو کچھ نازل کیا ہے، پر ایمان لائے ہیں[66]۔"

جو اسرائیلیات شرعی نصوص کے خلاف نہ تھے، صحابہ کرام ان کی اباحت کے قائل تھے۔جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"تم مجھ سے پہنچاؤ اگرچہ وہ ایک آیت ہو اور بنی اسرائیل سے روایت کرو اس میں کوئی حرج نہیں اور جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرے[67]۔"

اس کے بعد تابعین کا زمانہ آیا تو تابعین کے دور میں سند پر اعتماد کمزور ہوتا جا رہا تھا۔اور یہ حضرات اسرائیلیات کے بارے میں تساہل کا شکار ہو گئے۔ صحیح اور ضعیف اور اسرائیلی روایت کا اختلاط کوئی مسئلہ نہیں رہا۔یہاں تک کہ بعض حضرات کا یہ گمان تھا کہ کتب تفسیر میں تمام اسرائیلیات صحیح ہیں اور یوں ہمارا تفسیری سرمایہ اسرائیلیات سے گدلا ہو گیا[68]. علامہ آلوسیؒ کی تفسیر میں بھی اسرائیلی روایات پائے جاتے ہیں۔مگر ان روایات کے نقل میں آپؒ کے چند ضابطے ہیں:

- ✓ علامہ الوسیؒ ان اسرائیلیات کو ذکر کرتے ہیں جو عقل اور نقل کے ساتھ موافقت رکھتے ہوں۔
- ✓ علامہ آلوسیؒ اسرائیلیات میں اختلاف کے وقت صحیح اور غلط کے درمیان فرق کر کے ذکر کرتے ہیں۔

✓ علامہ آلوسیؒ اسرائیلیات سے حسب ضرورت استفادہ کرتے ہیں۔تاہم پھر بھی آپؒ کی تفسیر میں اسرائیلی روایات پائے جاتے ہیں۔جیسا کہ اس آیت (اور بے شک اللہ نے بنی اسرائیل سے پکا وعدہ لیا اور ان کے ساتھ بارہ سرداروں کو بھیجا[69]) کی تفسیر میں عوج بن عنق کا قصہ ذکر کیا ہے اگرچہ اس کے بعض جزئیات پر تنقید کی ہے لیکن اکثر قصے کی تائید کرتے ہیں اور پورے تفصیل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں[70]۔

اسی طرح اس آیت اس (اور ہم نے سلیمان علیہ السلام کو آزمایا اور اس کے کرسی پر ناتمام جسم کو ڈالا اور اس نے رجوع کیا[71]) کے تحت مختلف اسرائیلی روایات ذکر کئے ہیں اور حضرت سلیمانؑ کے قصے کے بارے میں بہت کچھ ذکر کیا ہے[72]۔

اسی طرح اس آیت (اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اپنی عصا کو بحر پر مارو تو وہ پھٹ گیا اور ہر قبیلے کے لئے بڑے بڑے راستے بن گئے[73]) میں اسرائیلی راویت کو ذکر کیا ہے اور بغیر تحقیق کے اس کی توثیق بھی کی ہے[74] ۔

اسی طرح علامہ آلوسیؒ نے اپنی تفسیر میں علم معانی، علم بیان پر بھی ہر جگہ خوب بحث کی ہے۔جیسے عطف، ترک عطف، اعجاز، مساوات، استعارات، کنایہ، تشبیہ وغیرہ اور اکثر اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ضمیر کی بجائے اسم ظاہر کو کیوں ذکر کیا۔پھر اس کے وجوہ تفصیلاً بیان کرتے ہیں ۔

اشاری تفسیر

اشاری تفسیر سے مراد ایسی تفسیر ہے، جو قرآنی آیات کی تاویل سے ہٹ کر ہو اور اس کے ظاہر سے خلاف نہ ہو اور مقتضی ہو اشارات خفیہ کا اور یہ اشارات ارباب سلوک پر ظاہر ہوتے ہیں اور اس کے ظاہر مراد کے درمیان جمع ممکن ہوتا ہے[75]۔بعض حضرات نے علامہ آلوسیؒ کی تفسیر کو تفسیر اشاری میں شمار کیا ہے۔لیکن علامہ ذہبیؒ نے اس تفسیر کو تفسیر بالرائے محمود میں شمار کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ علامہ آلوسیؒ اشاری تفسیر نہیں کرتے اور نہ اس پر توقف کرتے بلکہ وہ پہلے تفسیر بالماثور ذکر کرتا ہے پھر تفسیر بالرائے محمود کرتا ہے اور پھر وہ تفسیری اشارات ذکر کرتے ہیں۔جو شریعت کے مخالف نہ ہو[76]۔

اس تفسیر میں آپؒ نے جہاں دوسرے مسائل ذکر کئے ہیں۔وہیں اس میں آپؒ نے تصوف کے انتہائی دقیق اور باریک نکات بھی ذکر کئے ہیں۔لیکن صوفیوں کی طرح محض رموز کی طرف اشارہ نہیں کرتے بلکہ پہلے منقول تفاسیر کا ذکر کرتے ہیں اور پھر تفسیر بالرائے اور پھر افراط و تفریط سے پاک تصوف کا ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ شائد اس آیت میں تصوف کے فلان بات کی طرف اشارہ ہے۔جیسا کہ اس آیت (اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی نازل کیا اور اس کے زریعے میوے نکالے جو تمہارے لئے رزق ہے پس تم اللہ کے لئے شریک

نہ بناؤ اور تم جانتے ہو[77]) کی اشاری تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کی مثال زمین پر ایک بدن کی طرح ہے اور نفس کی مثال آسمان اور عقل پانی کی طرح ہے۔ اور قوابل فضائل کی طرح نہیں چاہے علمی ہو، عملی ہو یا کسی واسطہ سے عقل اور حس کی طرح ہو۔ اور قوی جوڑی جو انسانی نفس میں پھلوں کے ذریعے سے بنتی ہے[78]۔"

اسی طرح اس آیت (یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور یہ یہی ہدایت یافتہ ہیں[79]) کی اشاری تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ومن باب الإشارة أولئك عليهم صلوات من ربهم بالوجود الموهوب لهم بعد الفناء المنهلة عليه صفاتي الساطعة عليه أنواري { وَرَحْمَةٌ } أي هداية يهدون بها خلقي ، ومن أراد التوجه نحوي { وَأُولَئِكَ هُمُ المهتدون } بي الواصلون إلى بعد تخلصهم من وجودهم الذي هو الذنب الأعظم عندي[80]."

اسی طرح اس آیت (بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ہیں پس جو کوئی حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں[81]) کے تحت لکھتے ہیں:

"ومن باب الإشارة في الآيات{إِنَّ الصفا}أي الروح الصافية عن درن المخالفات{والمروة} أي النفس القائمة بخدمة مولاها من إعلام دين الله ومناسكه القلبية والقالبية ، فمن بلغ مقام الوحدة الذاتية ، ودخل بيت الحضرة الإلهية بالفناء عن السوي أو زار الحضرة بتوحيد الصفات واتزر بأنوار الجلال والجمال فلا حرج عليه حينئذٍ أن يطوف بهما ويرجع إلى مقامهما بالوجود الموهوب بعد التمكين المطلوب ومن تبرع خيراً بالتعليم والنصيحة وإرشاد المسترشدين فإن الله يشكر عمله ويعلم جزاءه[82]"

مسائل اعتقادیہ اور فرق باطلہ کی تردید

علامہ آلوسیؒ نے اپنی تفسیر میں جابجا مسائل اعتقادیہ کا ذکر کر کے فرق باطلہ کی خوب تردید کی ہے اور اہل کتاب کی گمراہیوں پر بھی تنبیہ فرماتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت (آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کچھ کلمات حاصل کئے تو اس کی توبہ قبول ہوئی اور بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے[83]) کی تفسیر میں معتزلہ کے عقیدے کی تردید کی ہے، کہ رحیم کے ذکر کرنے کے بعد اس طرف اشارہ ہے کہ توبہ قبول کرنا اللہ پر واجب نہیں جیسا کہ معتزلہ کا خیال ہے۔ بلکہ رحم اور فضل کی وجہ سے ہے اور اللہ وہ ذات ہے جس کی غضب پر اس کا رحم غالب آیا ہے۔ پس وہ اپنے بندوں پر عین غضب کے وقت بھی رحم کرتا ہے۔ جیسے آدم علیہ السلام کے ہبوط میں کیا۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر اصلح للعبد واجب ہے اور گناہ گار کے لئے اصلح تو یہ ہے کہ اس کا توبہ ضرور قبول ہو گا تو علامہ آلوسیؒ نے ان کی تردید میں کہا:

"اللہ تعالیٰ پر توبہ قبول کرنا لازم نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ رحیم ذات ہے۔اسی رحمت کی وجہ گناہ گار کی توبہ قبول فرماتا ہے[84]۔"

اسی طرح اس آیت (اور انہوں نے کہا: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ہدایت دی اور اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہیں پا سکتے تھے[85]) میں قدریہ پر مسئلہ ہدایت میں تفصیلی رد کی اور اس آیت میں جو بات ہے وہ چھپی ہوئی نہیں کہ قدریہ پر واضح رد ہے جن کا گمان ہے کہ ہر ہدایت خود سے ہے اور اللہ نے اسے پیدا نہیں کیا۔اور اس کے علاوہ معتزلہ کا قول کہ دنیا میں ہدایت ہر شخص خود حاصل کرتا ہے جیسا کہ اللہ کا قول ہے۔جیسا کہ اللہ کے قول اور اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہیں پا سکتے تھے۔اور آپ کو اختیار ہے کہ ان دو فریق میں سے کس کی اقتداء کی جائے۔اے عاقل آپ کی اپنی رائے ہے تو عدل سے کام لے۔جیسا کہ اللہ کا قول ہے کہ گمراہ تذبذب میں ہوتا ہے اور اس کے ساتھ تعصب بھی ہوتا ہے۔اور زمخشری نے اس آیت میں ہدایت کے معاملے میں بات کی کہ بندہ اپنے لئے خود ہدایت پیدا کرتا ہے اس معاملے میں ہم اللہ تعالیٰ سے بخش مانگتے ہیں۔قدریہ اور معتزلہ اسی آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں کہ ہدایت میں انسان کے اپنے عمل کا دخل ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔اسی طرح جبریہ پر بھی اسی آیت مبارکہ میں تفصیلی رد کرتے ہیں[86]۔

اسی طرح اس آیت (اور اللہ بخشش نہیں کرتا جو اس کے ساتھ شریک بنائے اور اس کے علاوہ جسے چاہے معاف کرتا ہے[87]) میں خوارج پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ومنهم من وقع في حيص بيص في هذه الآية حتى زعم أن{وَيَغْفِرُ} عطف على المنفي والنفي منسحب عليهما والآية للتسوية بين الشرك وما دونه لا للتفرقة ، ولا يخفى أنه من تحريف كلام الله تعالى ووضعه في غير مواضعه ثم إن هذه الآية كما يرد بها على المعتزلة يرد بها على الخوارج الذين زعموا أن كل ذنب شرك وأن صاحبه خالد في النار، وذكر الجلال السيوطي أن فيها رداً أيضاً على المرجئة القائلين إن أصحاب الكبائر من المسلمين لا يعذبون"

اس میں خوارج کے اس عقیدہ کی تفصیلی تردید کرتے ہیں۔جو کہتے ہیں کہ ہر ایک گناہ شرک ہے اور اس کا کرنے والا ہمیشہ جہنم میں ہوگا۔اور اسی آیت مبارکہ میں مرجئہ کے عقیدے کی خوب تردید کی ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ مسلمانوں میں اصحاب کبائر کو عذاب نہیں دیا جائے گا کیونکہ ایمان کے ہوتے ہوئے کبائر کوئی نقصان نہیں دے سکتا جیسا کہ کفر کے ساتھ طاعت کوئی فائدہ نہیں دے سکتی[88]۔

اسی طرح اس آیت (اور یہ اس لئے کہ جو کوئی شعائر اللہ کی تعظیم کرے تو یہ بات دلوں کا تقویٰ ہے)[89] میں روافض کی غلطی پر رد کرتے ہیں کہ شیعہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اس آیت سے قبور کی تعظیم کا جواز نکلتا ہے۔اور ائمہ اور دوسرے صالحین کے مزاروں کا جواز اور ان کے ساتھ سونا اور چاندی لگانا وغیرہ تمام اس میں داخل ہیں۔جو فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ

میں ہمارے ائمہ کی تقدیس مراد ہیں۔اوراس حد تک اس تقدیس میں گئے ہیں جن کو یہود و نصاری بھی اپنے انبیاء کرام کے تقدیس کے بارے میں بھی نہیں گئے ہیں[90]۔اس کے علاوہ صحابہ کرامؓ کے عصمت میں جگہ جگہ پر اہل تشیع پر تفصیلی رد کیا ہے۔

مصادر علامہ آلوسیؒ

علامہ آلوسیؒ نے اپنی تفسیر کے لئے مندرجہ ذیل تفاسیر سے استفادہ کیا ہے:

1. تفسیر کشاف،اوراس کے حواشی جو علامہ شرف الدینؒ،علامہ سعد الدین التفتازانیؒ اور عمر بن عبد الرحمان القزوینیؒ نے لکھی ہیں
2. تفسیر بیضاوی جو کہ انوار التنزیل واسرار التاویل کے نام سے موسوم ہے۔اوراس کے حاشیوں سے۔
3. تفسیر ابی سعود جو ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم کے نام سے موسوم ہے۔
4. تفسیر الدر المنثور از جلال الدین السیوطی۔
5. التفسیر الکبیر،جو مفاتیح الغیب کے نام سے موسوم ہے۔
6. تفسیر البغوی۔اسی طرح بہت سے اور تفاسیر سے بھی جا بجا استفادہ کرتے ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ تفسیر و حدیث، فقہ،اصول فقہ،ادب و بلاغت، فلسفہ و کلام، نحو صرف،الغرض علوم عالیہ یا علوم آلیہ میں سے کوئی علم ایسا نہیں جس پر مؤلف کی گہری نظر نہ ہو۔اس لئے اس تفسیر میں قرآنی آیات کی تفسیر کے ضمن میں جگہ جگہ ان علوم کے دقیق اور باریک مسائل کا ذکر بھی ملتا ہے اوران کی عمدہ تحقیق اور تنقید بھی۔اس وجہ سے اس تفسیر کو عوام و خواص ہر دو طبقہ میں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔اس کے سہل اسلوب، حسن ترتیب اور جامعیت کی وجہ سے لوگوں نے اسے پسند کیا ہے۔

خلاصۂ بحث

علامہ آلوسیؒ اہل سنت والجماعت کے علماء میں سے ایک جید مفسر، محدث، متکلم،فقیہ،ادیب نحوی اور قاری ہیں۔علامہ آلوسیؒ کی تفسیر روح المعانی جدید تفاسیر میں تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے کا ایک بہترین مجموعہ ہے۔علامہ آلوسیؒ کی تفسیر مختلف قراءت کی ایک مستند لائبریری ہے اور باقی علوم قرآنیہ کا ایک عمدہ ذخیرہ ہے۔علامہ آلوسیؒ نے اپنی تفسیر میں فرق باطلہ کی تردید مدلل انداز میں کی ہے اور دین حق کی اچھی طرح وضاحت اور خدمت کی ہے۔اس تفسیر میں مختلف علوم جیسے عقائد، فقہ، معانی، صرف و نحو وغیرہ کا تفصیلی احاطہ کیا گیا ہے۔علامہ آلوسیؒ مسائل فقہیہ میں توسع سے کام لیتے ہیں اور مذہبی تعصب سے بالاتر ہیں۔اکثر مسائل میں مذہب حنفی کو ترجیح دیتے ہیں۔علامہ آلوسیؒ ایک راسخ العقیدہ اور محقق صوفی بھی ہے۔اور باطل اور غالی صوفیاء کی مدلل انداز میں تردید کرتے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

1 الزرکلی، خیر الدین بن محمود، الاعلام 3 : 53، دار العلم للملائین، بیروت، 1394ھ/1974ء

2 الزرقانی، محمد بن عبد الباقی، مناہل العرفان فی علوم القرآن 1 : 84، دار الفکر، بیروت، 1417ھ/ 1996ء

3 الاعلام 3 : 334

4 نفس مصدر 1 : 138

5 الاعلام 3 : 334

6 نفس مصدر 1 : 176

7 التفسیر والمفسرون: 178

8 شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، مترجم مولوی رشید احمد انصاری: 75، مکتبہ برہان، دہلی، 1375ھ

9 سورۃ الفاتحہ 1 :7

10 آلوسی، ابوالثناء سید محمود، روح المعانی فی تفسیر القران والسبع المثانی، سورۃ البقرہ 2 :7، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1420ھ/1999ء

11 سورۃ البقرہ 2 :37

12 سورۃ الاعراف 7 :23

13 تفسیر روح المعانی، سورۃ البقرہ 2 :37

14 سورۃ النباء 78 :18

15 تفسیر روح المعانی، سورۃ النباء 78 :18

16 سورۃ المرسلات 77 :9

17 سورۃ لانشقاق 84 :1

18 سورۃ الفرقان 25 :25

19 تفسیر روح المعانی، سورۃ المرسلات 77 :9

20 سورۃ النحل 16 :44

21 امام احمد، ابو عبد اللہ احمد بن حنبل الشیبانی، المسند، حدیث (17174) مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1421 ھ

22 امام بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعۃ والاقامۃ، حدیث (605) دار ابن کثیر، بیروت، 1407ھ/1987ء

23 بیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبری، کتاب الحج، باب الایضاع فی وادی محسر، حدیث (9307) مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ، 1414ھ/1994ء

24 سورۃ البقرہ 2 :144

25 تفسیر روح المعانی، سورۃ البقرہ2 :144

26 سورۃ البقرہ2 :255

27 تفسیر روح المعانی، سورۃ البقرہ2 :255

28 سورۃ الانفال8 :60

29 روح المعانی، سورۃ الانفال8 :60

30 مسند امام احمد بن حنبلؒ، حدیث(2397)

31 ابن سعد، ابو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبری2:388/3، دار صادر، بیروت، 1388ھ/1968ء

32 سورۃ البقرہ2 : 9

33 تفسیر روح المعانی، سورۃ البقرہ2 :9

34 سورۃ البقرہ2 :255

35 تفسیر روح المعانی، سورۃ البقرہ2 :255

36 سورۃ مریم19 :46

37 تفسیر روح المعانی، سورۃ مریم19: 46

38 سورۃ الانبیاء21 :30

39 تفسیر روح المعانی، سورۃ الانبیاء21 :30

40 سورۃ الفلق113 :2

41 تفسیر روح المعانی، سورۃ الفلق113 :2

42 سورۃ البقرہ2 :143

43 تفسیر روح المعانی، سورۃ البقرہ2:143

44 سورۃ النساء4 :11

45 تفسیر روح المعانی، سورۃ النساء4 :11

46 سورۃ النساء4 :148

47 تفسیر روح المعانی، سورۃ النساء4 :148

48 سورۃ الفاتحہ1 :6

49 تفسیر روح المعانی، سورۃ الفاتحہ1 :6

50 سورۃ البقرہ2 :144

51 تفسیر روح المعانی، سورۃ البقرہ2 :144

52 سورۃ البقرہ2 :259

53 تفسیر روح المعانی، سورۃ البقرہ2 :259

54 سورۃ البقرہ 2: 143

55 تفسیر روح المعانی، سورۃ البقرہ 2: 143

56 سورۃ الحاقہ 69: 37

57 تفسیر روح المعانی، سورۃ الحاقہ 69: 37

58 سورۃ القصص 28: 29

59 تفسیر روح المعانی، سورۃ القصص 28: 29

60 سورۃ طٰہٰ 20: 106

61 تفسیر روح المعانی 12: 271

62 سورۃ النساء 4: 148

63 تفسیر روح المعانی، سورۃ النساء 4: 148

64 سورہ لقمان 31: 6

65 تفسیر روح المعانی، سورۃ لقمان 31: 6

66 سورۃ العنکبوت 29: 46

67 امام ترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی، السنن، کتاب العلم، باب ما جاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل، حدیث (2669) دار الجیل، بیروت، 1419ھ/1998ء

68 التفسیر والمفسرون 1: 121

69 سورۃ المائدۃ 5: 12

70 تفسیر روح المعانی، سورۃ المائدۃ 5: 12

71 سورۃ ص 38: 34

72 تفسیر روح المعانی، سورۃ ص 38: 34

73 سورۃ الشعراء 26: 63

74 تفسیر روح المعانی، سورۃ الشعراء 26: 63

75 الرومی، فہد بن عبد الرحمٰن، اتجاہات التفسیر فی القرن الرابع عشر 1: 367، مکتبۃ الدار، ریاض، 1406ھ

76 التفسیر والمفسرون 1: 256-257

77 سورۃ البقرہ 2: 22

78 تفسیر روح المعانی، سورۃ البقرہ 2: 22

79 سورۃ البقرہ 2: 157

80 تفسیر روح المعانی، سورۃ البقرہ 2: 157

81 سورۃ البقرہ 2: 158

82 تفسیر روح المعانی، سورۃ البقرہ 2: 158

83 سورۃ البقرہ 2: 37

84 تفسیر روح المعانی، سورۃ البقرہ 2: 37

85 سورۃ الاعراف 7: 43

86 تفسیر روح المعانی سورۃ الاعراف 7: 43

87 سورۃ النساء 4: 48

88 تفسیر روح المعانی، سورۃ النساء 4: 48

89 سورۃ الحج 22: 32

90 تفسیر روح المعانی، سورۃ الحج 22: 32